رجسٹرڈ نمبر اے ۳۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد — می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

کاکوری اخبار

پندرہ روزہ

جلد ۶ | کاکوری جمعہ ۱۶ فروری سنہ ۴۰ء مطابق ۷ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۲۰

ادبیات

(رباعی)

دشمن بھی کوئی بوز مہ گر ہوتا ہے — دل چاک برنگ گل تر ہوتا ہے
چونے کے چٹکنے کی جو سنتا ہوں صدا — بلبل کی طرح درد جگر ہوتا ہے

اقوال زریں

حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ کے اقوال سراسر نصیحت و ہدایت ہیں ان کے لاحظہ سے آپ کی عالی دماغی و اعلیٰ قابلیت و فضیلت عام ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے اقوال تیمناً و تبرکاً بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں:۔

(۱) غم آخرت دل میں ایک نور ہے اور غم دنیا دل میں ایک اندھیرا

(۲) دنیا کا چھوڑنے والا خدا کا پیارا ہوا۔ گناہوں کا چھوڑنے والا فرشتوں کا محمود جس نے مسلمانوں سے طمع چھوڑ دی وہ مسلمانوں کا محبوب ہوا۔

(۳) خدائے عزوجل سے سوداگری کرو یعنی صدقات و حسنات کرو تاکہ دونوں جہان میں نفع پاؤ۔

(۴) اللہ جب اپنے بندہ کو اصلاح میں کوشش کرتے دیکھتا ہے تو راضی ہوتا ہے جب فساد میں کوشش کرتے دیکھتا ہے تو ناراض ہوتا ہے۔ پس انسان کو اصلاح بنی آدم میں کوشش کرنی چاہیے۔

(۵) میں نے قبر سے زیادہ ڈرانے والی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ قبر بڑی ہولناک و وحشتناک جگہ ہے۔ بندہ کو اطاعت و رضا معبود میں کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ اس ہول و وحشت سے نجات ملے۔

(۶) آخرت کی منزلوں میں قبر اول منزل ہے اور آخر منزل منازل دنیا سے ہے۔ پس جس پر قبر میں سختی کی گئی اس پر اس کے بعد اور سختی ہوگی۔ جس پر قبر میں آسانی کی گئی وہ آئندہ آسانی میں رہے گا۔

(۷) انسان کو چاہیے دو خصلتیں اختیار کرے۔ (۱) اقوال مہذب و افعال مودب (۲) رشک و تہمت کی جگہوں سے دور رہو تاکہ دین و دنیا میں مسعود و محمود۔

(۸) خدائے عزوجل کی طرف بھاگنا اور اسی کے حضور میں توبہ کرنا چاہیے کیونکہ مجرموں کو بخشنا نافع تر اور اس کے عذاب کو اسی کے رحمت دافع تر ہے۔ (۹) انسان کو دنیا کی خوشی زائل ہو جانے پر رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ (۱۰) خدائے عزوجل نے مخلوق کو حق کیساتھ پیدا کیا ہے۔ پس مخلوق کو حق کہنا چاہیے۔ (۱۱) ایسی کوشش کرو کہ تمہاری نیک اعمال تمہاری موت سے پیشتر واقع ہوں کیونکہ موت کے بعد تم کوئی عمل نہیں کر سکتے (۱۲) گذرے ہوئے لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو (۱۳) دنیا غرور ہے۔ پس اس سے کنارہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم کو دنیا فریب دے اور تم غرور میں پھر کر راہ خدا سے دور ہو جاؤ (۱۴) شراب خوری گناہوں کی کنجی ہے۔

(مرتبہ مولوی اقتدار اللہ صاحب عباسی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۶	کاکوری جمعہ ۱۶ر فروری سنہ ۳۴ء	نمبر ۲۰

اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ

زنہار کا وہ ستم رہا نہ یزید کی وہ جفا رہی   جو رہا تو نام حسینؓ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

ابراہیم علیہ السلام کو مرتبہ افضلیت حاصل ہوا وہ خود ایک بہت بڑا مرتبہ ہے لیکن ایک مقام اس سے اونچا ہے اور وہ مقام مصطفائیت ہے۔ راضی برضائے الٰہی ہو کر ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری رکھ دی مگر اُسے نہ چلنا تھی نہ چلی۔ نیاز مندی اپنا حق ادا کر گئی گر نازنینی کو کچھ اور ہی منظور تھا ؎

طفلان نازنین کہ جگر گوشۂ خلیلؑ   تیغش بسر رسید شہیدش نمی کند

اب افضل البشر محمدؐ بن عبد اللہ کی مصطفائیت کے مقام منیع کی رفعت پر نظر ڈالئے۔ راضی بقضائے الٰہی ہو کر آرزو کرتے ہیں کہ رب کعبہ کی راہ میں میرا سر کٹ جائے اور پھر جڑ جائے اور پھر کٹ جائے اور پھر جڑ جائے اور وصل و فصل کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، خدائے بزرگ اور برتر کو اپنے سب سے زیادہ برگزیدہ بندے کی یہ ادا پسند آجاتی ہے، اوسکی نذر قبول کر لی جاتی ہے، اور اس کے جگر گوشہ حسینؓ کو وہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جس کا ارمان اسمٰعیل کی ذبیح اللہی کے دل ہی میں رہا۔ شمر ذی الجوشن کا خنجر اس کے سر اقدس کو تن سے جدا کرتا ہے اور یہ سر نیزے کی نوک پر بلند نظر آتا ہے۔ حق اور باطل کا معرکہ کربلا کے محشرستان میں گرم ہوتا ہے، حسین ابن علی صدق اور صبر اور تہور کا پیکر تنہا ہی بہتر مٹھی بھر جانثاروں کے ساتھ پرستاران طاغوت کے ٹڈی دل کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنے خون سے ریگستان عراق پر اپنی جاودانیت کا سرمدی نقش ثبت کر کے دنیا کے نام یہ پیغام چھوڑ جاتے ہیں کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون۔ جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوں۔ انھیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم ان کی زندگی کی حقیقت نہیں سمجھتے۔

ساڑھے تیرہ سو سال سے یہ پیغام ملت کے کانوں میں گونج رہا ہے، لیکن کتنے ہیں جنہوں نے اس کا مفہوم سمجھا، ملت کا ایک گروہ اس غایت اولیٰ کو اس مقصد بنائی کو جس کی خاطر حسین ابن علی کی لاش کربلا کی خاک پر تڑپی صرف اسی قدر سمجھا ہے کہ حضور سید الشہداء خود قتل ہو کر ملت کی ذلتوں اور رسوائیوں کا کفارہ ہو گئے اور ہمارا کام صرف اسی قدر ہے کہ ہم اپنے اس محسن اعظم کی مظلومیت پر ہر سال چند روز کے لیے غم کے آنسو بہا لیا کریں۔ اور جزع و فزع سے فارغ ہو کر پھر سال بھر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہیں۔ محرم کے عشرہ کا آخری دن، طول و عرض ہند میں جوش و خروش سے منایا جائے گا، غم و الم کے ہمہ گیر مظاہرے کئے جائینگے، تعزیئے اٹھیں گے ماتمی جلوس نکلیں گے۔ محافل عزا برپا ہونگی گریہ و بکا سے فضائیں گونجیں گی مرثیے پڑھے جائینگے سینہ کوبی ہوگی۔ یہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن کیا واقعہ ہائے کربلا کا سبق صرف اسی قدر ہے۔ کاش مسلمان سوچیں اور سمجھیں کہ حضور امام حسین علیہ السلام نے دنیا سے جبر و استبداد کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔ تواناؤں کو ناتوانوں پر ظلم کرنے سے روکنا چاہا تھا۔ غلامی کی زنجیریں کاٹنی چاہی تھیں۔ آزادی کا جھنڈا بلند کرنا چاہا تھا۔ باطل کی بنیادیں ڈھا کر حق کی عمارت کی اساس استوار کرنی چاہی تھی۔ کفر کو سرنگوں اور اسلام کو سربلند کرنا چاہا تھا جو دنیا میں مغلوب و محکوم ہو کر رہنے کے لیے نہیں بلکہ غالب اور حاکم ہو کر رہنے کے لیے آیا ہے۔ انھیں باتوں میں ملت کی زندگی کی خاطر حضور مدنی نے اپنی جان قربان کر دی۔

مسلمان اگر زندگی چاہتے ہیں تو انھیں حسین ابن علی کے نقش قدم پر چلنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے ؎

حسین کا سر ہے آسمان پر جو رہ چکا تھا کبھی سنان پر
تو کم سے کم سرکٹ تو ہو جا جو سر ہے کرنا بلند تجھکو

(ماخوذ)

(از مولانا ظفر علی خاں)

اے بیدرد مرد سُن

مرد کی ہر فتح و نصرت عورت کی قربانی کی منت پذیر ہے۔ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ کس جنگ میں عورتوں نے کتنا خون بہایا۔ لیکن یہ کون بتلائے گا کہ اس کے لیے عورتوں نے کس طرح اپنا سہاگ اجاڑ دیا؟ ماں نے اپنے جگر پاروں کو کیسے نکال پھینکا۔؟ شجاعت کی داستانوں میں یہ کہاں لکھا ہے کہ فلاں فاتح کی تلوار کو عورت کی ہمت افزائی نے برق دم بنا دیا تھا۔ راجہ پرجا پر حکومت کرتا ہے مگر راجہ پر رانی راج کرتی ہے۔ ملک کی محبت حاکم کی نخوت کو دھوتی ہے۔

اے بیدرد مرد سُن۔ کہ عورت نے اپنا خون دے دیکر تجھے زندگی سے مالا مال کیا ہے۔ تاریخ جن لوگوں کے نام پر قربان ہوتی ہے۔ وہ سب خود فراموشی کے ایک لمحہ میں پیدا ہوئے تھے۔ عیاش باپوں کے ذہن میں ان کا تخیل بھی نہ تھا۔ ماں کی ممتا بچّہ کو رحم و کرم اُلفت و محبت کا سبق پڑھاتی ہے۔ مرد کی وفا نا آشنا آنکھوں میں عورت ہی دردمندی کا کاجل لگاتی ہے۔ لیکن مرد کی احسان فراموشی تو دیکھو کہ وہ عورت سے کسطرح پیش آتا ہے۔ جس نے اُسے گود میں کھلایا، اُسی کا گلا گھونٹتا ہے۔

جس شخص نے اپنے باپ کا حکم مانکر اپنی ماں کو قتل کر دیا اُسے انسان اوتار سمجھ کر پوجتا ہے۔ پرسرام جنھوں نے اپنے باپ کا حکم پاکر اپنی ماں کو قتل کیا تھا۔ لیکن سُن رکھو۔ اب وہ دن بیت گئے۔ جب عورت مرد کی پابند تھی۔ یہ مساوات اور اشتراکیت کا زمانہ ہے۔ باد صبا یہ پیغام لائی ہے کہ غلامی کے سب بندھن ٹوٹ رہے ہیں۔ اب نہ کوئی غلام ہے۔ نہ کوئی غلام فروش۔

اگر مرد عورتوں کو قید رکھنے کی کوشش کرے گا تو وہ دن دور نہیں کہ یہ طوق خود اُسکے گلے کا پھندا بن جائے گا۔ اور وہ آپ اپنے دام میں تڑپتا رہے گا۔ دور حاضر للکار کر کہہ رہا ہے کہ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودینگے وہ خود اس میں گر کر مٹ جائینگے۔ سنو تم عورت پر جتنا تشدد کرو گے اُسی قدر بزدل ہوتے جاؤ گے۔

عورت بتلا تو سہی ان سنہری روپہلی بیڑیوں میں تجھے کس نے جکڑ رکھا ہے؟۔ یہ کیوں ہے کہ اب تو اپنی جھجک سے آپ بہر گئی ہے۔ اور تیری آواز اس خیال سے کانپتی ہے کہ اُسے کوئی سُن نہ لے۔ آج تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ بھی نہیں سکتی۔ تیرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے اور پاؤں میں بیڑی۔ عورت کب تک تو اس ظلم کو برداشت کرے گی۔ یہ زیور تیری غلامی کا تحفہ ہے۔ اسے مردوں کے منہ پر پھینک دے۔ مادر گیتی کی لاڈلی بیٹی پہاڑ اور جنگل کیوں اب تیری آواز سے نہیں گونجتے۔ کیا یونانی سچ کہتے ہیں کہ عورت کا فرشتہ ایک روز تجھے اپنے اندھیرے نہاں خانہ میں قید کر آیا تھا۔؟ ہاں ہاں یہی ہوا تھا۔ تو روز ازل سے قیدی ہے لیکن تو ڈرتی کیوں ہے۔ جب تو اپنے قید خانہ کی دیواروں کو توڑ کر نکلے گی تو تیری چوڑیاں تاریک راستہ کو اُجال دیں گی۔ مرد جو عزرائیل کا کتا ہے اپنے الک کیساتھ تیرے قدموں پر لوٹتا نظر آئے گا۔

عورت اپنے نازک ہاتھوں سے دنیا کو آج تک تو نے امرت کے پیالے پلائے تھے لللہ اب انھیں ہاتھوں سے سم قاتل پلا دے۔ پھر وہ دن دور نہ ہوگا۔ جب آسمان مرد کے ساتھ جیکار منانے لگے گا۔ (ماخوذ)

اے بیدرد عورت سُن

عورت کی ہر خواہش و مسرت مرد کی قربانی کی منت پذیر ہے مرد نے عورت کی محبت اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دنیا میں کیا کیا اور اُس نے پھر اس کا صلہ مرد کو کیا دیا۔ سُن اے بیدرد عورت زار نے تیرے ساتھ کیسی محبت کی تجھکو اپنا سمجھا دل کا راز تجھسے کہا۔ مگر او بیوفا تو نے اس کا صلہ دغا بازی سے دیا۔ اس کے دشمنوں سے ملکر خود اُس کے خون سے ہاتھ رنگے۔ تو نے یوسف (علیہ السلام) کو اپنے گھر سے زندان میں ڈلوایا کیا تو وہ عورت نہیں جس نے [illegible] اپنے بیٹے کو تخت حکومت پر بٹھانے کے لیے رام چندر جی کو ان کے باپ سے اصرار کر کے چودہ برس کی بن باس دلائی تھی۔ اے بیدرد

بُرے کرتوتوں سے کون واقف نہیں۔ موجودہ زمانہ کو دیکھ اور کان کھول کر سُن لے۔ کیا تو وہ عورت نہیں جو سر بازار اپنے حُسن کے ڈورے ڈال کر بے گناہ مردوں کو دام ہوس میں قید کرتی ہے۔ ذرا اپنی محبّت پر نظر کر اور سچ بتا کیا تجھے محبّت کے پردے میں زر کی لالچ نہیں ستاتی امیروں کو لوٹنا کیا تیری عادت نہیں۔ غریبوں کو دھتکارنا کیا تیرا شیوہ نہیں۔ اے بیرحم عورت! وہ خاوند جو تمام دن کمائی کا کام کرتا رہا ہو اور تھکا ماندہ گھر پر آئے جبکہ یہ اُمید ہو کہ تو اُسے تسلی دیگی۔ اپنی شیریں باتوں سے اُسے خوش کرے گی کیا کبھی غلطی سے بھی تو نے ایسا کیا ہے۔ کیا اُس کے گھر میں داخل ہوتے ہی تو نے اُسے ڈانٹ نہیں بتائی۔ کیا تو نے اُس کے گاڑھے پسینے کی کمائی چند روز میں نہیں اُڑا دی۔ اے بیدرد عورت! سُن کیا تعلیم کا یہی مقصد ہے کہ تو مرد کا دل دُکھائے اے عورت! کیا تو خاوند کا اپنی ضد پوری کرانے میں ناک میں دم نہیں کرتی۔ کیا فیشن ایبل ساڑیوں کا تصوّر تجھے رات دن نہیں ستاتا۔ کیا کبھی خاوند نے تیری ضد پوری کرنے سے انکار کیا اور کیا بعد میں لڑتے پُورا نہ کیا۔ اے مکّار عورت تو وہی عورت ہے نا۔ مرد نے تیری خواہش پوری کی تو مسکرا دی۔ جواہرات کا ڈھیر سامنے رکھا تو نے بے اختیار باہیں ڈالدیں۔ اُس نے تیرا مطلب پورا کرنے سے انکار کیا تو نے دھتکار باہر کیا۔ کیا تیری محبّت یہی ہے۔ مردوں کی محبّت بھی کبھی دیکھی ہے۔ کیا کبھی قیس کی محبّت پر غور کیا ہے۔ جہانگیر اور نورجہاں کا حال پڑھا ہے۔ کیا شاہ ایڈورڈ کی مثال سامنے نہیں۔ اے ناقص العقل پھر اگر مرد تجھے سمجھاتا ہے تو تو اُس کے سر تمام الزام تھوپتی ہے۔ اُسے قصوروار ثابت کرتی ہے۔ کیا پھر ہمارا یہ فرض نہیں کہ تجھے نہ دھتکائیں۔ بقول ؎

اگر نیک بودے سر انجام زن ٭ زناں را مزن نام بودے نہ زن

اے احسان فراموش! ٹھنڈے دل سے غور کر اور یقین جان کہ تیری ہر خوشی و مسرت مرد کی قربانی کی منّت پذیر ہے۔

(ماخوذ)

اُنکی بارگاہ میں عرضداشت

(از اکبر علی علوی)

میں کسی دوسرے کی ملکیت ہوں وہ جو مجھے "ایک" سے چھین چکا ہے۔ محبّت کرنے والے۔ چاہنے والے۔ جان فدا کرنے والے۔ ہستی نثار کرنے والے تجھکو مجھسے بدگمان کر کے اپنی طرف مائل کر لینے والے بھی ہیں۔ مگر میں اُس کو چاہتی ہوں جو مجھسے روٹھا ہوا ہے۔ سُنتی ہوں کہ مجھسے محبت کیسی نفرت کرتا ہے۔ جو مجھے نہیں چاہتا ہے۔ لیکن میں اُس پر جان فدا کرتی ہوں اپنی ہستی نثار کرنے کو تیار ہوں۔ اگر میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم مجھسے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں! اگر میں تم سے محبّت کرتی ہوں تم اِس کا جواب محبت میں نہیں دیتے اور میں تمکو اور تمھارے خیال کو چھوڑ دیتی ہوں تو یہ دراصل محبّت نہیں۔ اگر میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم اُس کا جواب محبّت میں نہیں دیتے اور میں تم سے اور تمھارے خیال سے سرور حاصل کرتی ہوں۔ تمھاری یاد مجھ میں زندگی پیدا کرتی ہے۔ تو پیارے! محبّت یہ ہے۔ !!!

میری ایک خیالی دنیا ہے جو تم ہی سے قائم ہے اور تمھارے ہی لیے قائم ہے۔ تم نے میری محبت کو ٹھکرا دیا۔ کیسے؟ بدگمان ہو کر۔ تم نے غیر کو مجھپر ترجیح دی۔ تم نے میری حالت پر رحم نہ کیا۔ تمھیں مغالطہ میں رکھا گیا۔ سازش کی گئی مجھے بھلا دینے پر مجبور کیا گیا۔ آہ میرا صبر رنگ لائے گا۔ مظلوم کی آہ خالی نہ جائے گی۔ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ تو سہی اگر تمھیں بھی چین نہ ملے۔ ایک کو دکھی بنا کر بھلا دوسرا کہیں سکھی رہ سکتا ہے۔ تم نے ملک و سماج کے بندھنوں کو توڑ کر پوری آزادی سے قدم آگے بڑھائے اور دوسروں کو اپنے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دی۔ میرے لیے بس یہی کافی ہے۔ کاش تمھیں میری حالت کا اندازہ ہو جاتا۔ اور تم بدگمان نہ ہوتے۔ اصلی حالت کا انکشاف تم پر ہو سکتا شعر۔

بہت روتی ہوں جبدن سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے۔
کہ آپ آنسو بہائے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں۔

آہ میں صبح کے وقت آپکی صُورت آنکھوں کے سامنے لاکر سارا دن یاد میں مشغول رہتی تھی۔ مگر اب یہ خیال تک دل میں نہ لاؤں گی۔

تم نے مجھے کیوں ٹھکرا دیا۔ سچ ہے کہ میں اسی قابل تھی۔ پہلے اپنے کو اس لائق بنا لوں کہ تمہیں دل میں جگہ دے سکوں۔ سچی محبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ لیکن آہ! میری محبت؟ اس مرتبے اور منزلت کی کب ہو؟ جب رات کی خاموشی دن کو چھپائے گی تو میں ہونگی اور تمہارا خیال! پیارے دنیا کی ظاہری آنکھ سے خواہ تم مجھسے دور بھاگو یا کوئی دوسرا مجھے تم سے جدا رکھے مگر میں تمہاری تصویر کو جو میرے دل کے آئینہ کی انتہائی گہرائیوں میں ہے اور ہر وقت میرے پاس ہے۔ جان سے زیادہ عزیز رکھونگی۔ محبت کرونگی۔ پرستش کرونگی۔ میری خوشی، میری راحت میری زندگی نہ تم اور نہ کوئی دوسری طاقت اس خیال کو مجھسے جدا کر سکے گی۔

پھول ہو خوبصورت ہری بھری پودے پر کھلا ہوا، بلبل نہ چہکے! چاندنی رات ہو تاروں سے بھری ہوئی۔ اور چکور چاند پر فدا ہونے کی کوشش نہ کرے!! شمع ہو حسن سے آراستہ۔ روشنی سے بھری ہوئی منور۔ مگر اس پر قربان ہونے جان نثار ہونے والا پروانہ کہیں نہ نظر آئے!!! چاند ہو۔ چاندنی رات ہو۔ تاروں کی مجلس میں دولہا بنا ہوا اور اُسکی چاندنی پر نثار ہونے کے لیے چکور نہ ہو۔ میرے ٹوٹے ہوئے دل کی آواز رات کی خاموشی سے ٹکرا کر واپس آرہی تھی۔ آہ! سُننے والا کوئی نہ تھا۔ اے میری دنیا۔ میری ہستی کے مالک بادشاہ، باغوں کے پھول۔ دنیا کی راحتیں زندگی کے آرام پیارے! سب تم پر تمہیں منانے کے لیے قربان کر دونگی۔ لیکن آہ! تم ایسے رُوٹھے ہو بھلا سننے ہی کیوں لگے۔ آخر کار یہ سوچ کر خاموش ہو جاتی ہوں کہ ؎

وابستہ میری ذات سے کچھ تلخیاں بھی تھیں۔
اچھا ہوا جو تم نے فراموش کر دیا۔

پر اس لیے لکھدیا کہ شاید "اُنکی" نظر سے بھی گذرے "اُن کی" دنیا سے یہ میری حسرت سے بھری ہوئی دنیا کتنی دور ہے!!!۔

تقلید یُورپ

(مولوی حسن ابن مینا علوی ضیا کاکوروی)

ہمارے اکثر بزرگ نوجوانوں کی ظاہری شکل و شباہت لباس کی وضع قطع کا مشاہدہ کرکے دلی رنج و افسوس سے تقلید یورپ کی مذمت کرتے ہیں۔ ایک لحاظ سے اُن کا یہ افسوس و رنج حق بجانب ہے۔ اندھی تقلید واقعی بہت بُری ہے۔ کیونکہ یورپ میں آبادی کا بڑا عنصر مذہب نصرانیت سے تعلق رکھتا ہے اور عقائد اسلام میں تقلید غیر مسلم خواہ کسی پہلو سے کیوں نہ ہو ایک اہم گناہ ہے۔ دور حاضرہ میں یورپ سب سے زیادہ مہذب ملک کہا جاتا ہے جسکی وجہ صرف لباس ہی نہیں بلکہ اُنکی دماغی کاوشیں ہیں جن سے یہ امتیازی شان پیدا ہوئی ہے اگر تمام یورپ مسلمان ہوتا تو کیا پھر بھی اُنکی تقلید (وضع و لباس میں) ایسی ہی مذموم قرار پاتی جیسی کہ اب ہے۔ غور کرنے سے اس کا جواب نفی میں ملتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذمت بھی دراصل تعصب مذہبی اور تنگ نظری کا نتیجہ ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ ایک مسلمان کی تقلید خواہ وہ کیسی ہی مضرت رساں کیوں نہ ہو دوسرے مسلمان کے لیے بُری نہیں سمجھی جا سکتی اور ایک غیر مسلم کی تقلید خواہ کتنی ہی مفید اور منفعت بخش ہو مسلم کے لیے باعث ننگ قرار پائے۔ یہ صرف دلیل کے لیے بیان کیا گیا ہے ہماری بحث اس وقت لباس اور وضع قطع سے نہیں ہے بلکہ اُن اصول معاشرت اور ارکان تہذیب الاخلاق سے ہے جو یُورپ کی عمارت تہذیب کے سنگہائے بنیاد ہیں۔ معاشرتی زندگی میں بعض بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے نتائج پیدا کرنے کا سبب ہوا کرتی ہیں ہم ہر روز اپنے پڑوسیوں اور حلقہ احباب میں ہزاروں قسم کی چھوٹی چھوٹی بدتہذیبیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن ہم کبھی اُنکی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے جسکی وجہ یہ ہے کہ ہم اسے بُرا ہی نہیں سمجھتے اور وجہ صاف ہے کہ ہم بچپن سے ایسے ماحول میں پرورش پاتے ہیں کہ ہماری زندگیاں باطل ہو جاتی ہیں۔ بہت سی ایسی بُرائیاں ہیں جن کا ہمکو مطلق احساس ہی نہیں ہوتا اور ہم ان پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں برخلاف اُسکے اہل یورپ اس قدر ذی حِس ہوتے ہیں کہ اُنکی طبیعت بدتہذیبی کو گوارا نہیں کر سکتی بعض وقت ایک عجیب صورت سے مقابلہ پڑتا ہے کہ اگر اہل یورپ کے بعض اچھے خصائل کا ذکر کیا جائے تو مخالفین یورپ بول اٹھینگے کہ یورپ سے

یہ بات کہاں سے سیکھی ؟ اسلام ہی سے لی ہوگی ؟ اس میں وہ غلطی کرتے ہیں۔ لیکن جہاں وہ اور بہت سی خوبیوں سے محروم ہیں وہاں اپنی غلطی کے احساس سے بھی بے بہرہ ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ جن خوبیوں کو وہ اپنی ذات سے منسوب کرتے ہیں وہ اب یورپ میں موجود ہیں ان میں نہیں ہیں یہ تخیل فخر کے قابل نہیں بلکہ انھیں شرمندہ ہونا چاہیے کہ جس کو وہ اپنی کہتے ہیں اب آہ! دوسروں کے قبضہ میں ہے اور انکی اب ہو نہیں سکتی چاہے اپنے منھ میاں مٹھو بنیں۔ خودداری اور خود اعتمادی دو ایسے جوہر ہیں جو ہم لوگوں میں کم نظر آتے ہیں کسی یوروپین سے ملکر دیکھئے وہ بڑی سی بڑی مشکل میں بھی اپنے ہاتھ پاؤں پر اعتماد رکھتا ہے اور سخت سے سخت مصیبت میں بھی اپنی عزت قربان کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا وہ جانتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ پیروں سے کام لیکر کیا کچھ نہیں کر سکتا وہ بیکار رہنا نہیں جانتا۔ اسمیں زیادہ مکاری، حسد و غیبت کا مادہ بہت کم ہوتا ہے۔ جبکہ ہم ان عیوب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہم میں خودداری اور خود اعتمادی صحیح معنوں میں موجود نہیں حالانکہ کامیابی مقاصد کا پہلا زینہ یہی دو اوصاف ہیں۔ خود اعتمادی کے ساتھ دوسروں پر بھی اعتماد کرنا بھی ایک خوبی ہے اور یہ اسی وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب انسان کا باطن صاف ہو اور اسے یقین کامل ہو کہ اس کا معاشرتی حلقہ اُن عیوب سے پاک ہے جو کمینہ اور جرائم پیشہ قوموں کا خاصہ ہیں یہ اخلاقی کمزوریاں ہیں جبتک ہم اپنے سے بہتر معاشرتی تمدن کی پیروی نہ کرینگے اور اُنسے سبق نہ حاصل کرینگے ان کا دور ہونا ناممکن ہے اسیطرح کھانے کے آداب اٹھنے بیٹھنے چلنے کے آداب اصول و قوانین کی پابندی یہ سب ایسی باتیں ہیں جنمیں یورپ کی پابندی تو اور بھی لازمی ہے۔ اور بہتر ہے وقت اس وقت پیش آتی جب ہمارے بزرگ یورپ کی تقلید ہر پہلو سے ناواجب العمل اور مکروہ قرار دیتے ہیں۔ کاش وہ اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ ہندوستان کے ایک نامی لیڈر کو ولایت میں جہاں اور معاشرتی عجائبات کا مشاہدہ ہوا وہاں انھیں ایک بہت بھولی سی بات بھی حیران کئے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ یہ تھی کہ ریل کے سفر میں اگر کوئی مسافر بغیر ٹکٹ لئے ہوئے اسٹیشن سے عجلت میں سوار ہو جاتا ہے تو دوسرے اسٹیشن پر اتر کر گارڈ کو اطلاع کر دیتا ہے کہ میں فلاں اسٹیشن سے سوار ہوا تھا ٹکٹ نہیں لے سکا کرایہ لیکر ٹکٹ بنا دیجئے۔ گارڈ شکریہ کے ساتھ بلا بحث و تمحیص کے کرایہ لیکر ٹکٹ دیتا ہے۔ سکنے کو یہ معمولی بات ہے لیکن اعتماد کا زبردست سبق ہے۔ گارڈ کو مسافر پر بے اعتمادی ہے اور نہ مسافر کو جھوٹ بولنے کی حاجت۔

اسکے برعکس اگر خدانخواستہ کہیں کسی شریف آدمی پر ہندوستان میں ایسی واردات ہو تو اول تو وہ فرار ہونے کی کوشش کریگا اگر اُسے کامیابی نصیب نہ ہوئی تو روپنے لگے گا یا بابو کو رشوت کا لالچ دیگا۔ کیوں صاحب یہ گناہ نہیں ہے۔ ورنہ لاچار ہو کر جنکشن سے کرایہ ادا کرنے پر مجبور ہوگا۔ وجہ ظاہر ہے کہ ایک کو دوسرے پر اعتماد نہیں۔ ایسی مثالیں روزانہ مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ تمہارا اپنی حالت کو درست کیجئے۔ جس کسی کی ہو اچھی باتوں کی تقلید ضرور کیجئے۔

وطن کی خبریں

نوٹ: اعزہ و احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں یا وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (ایڈیٹر)

موسم: سردی ابھی تک اپنا زور دکھلا رہی ہے۔ گزشتہ عشرہ میں تقریباً روزانہ آسمان ابر آلود رہا اور اکثر گھرے گھرے بادلوں سے فضا محیط رہی۔ کسی کسی دن بوندا باندی اور کبھی بارش بھی ہوئی۔ کاکوری خاص میں تو نہیں لیکن مضافات سے ژالہ باری کی بھی خبریں آئیں۔ گئی رو ز سے پھر ٹھٹھرن محسوس ہوتی ہے۔

آب و ہوا: نزلہ و بخار کی کچھ شکایات سُنی گئی ہیں۔ مجموعی حیثیت سے آب و ہوا بالفضلہ اچھی ہے۔ لکھنؤ میں بھی انفلوانزا اور چیچک کا زور اب کم بیان کیا جاتا ہے۔

تقریب رخصتی: منشی عبدالعزیز علوی (ماطہ حضرت صاحب) کی دختر نیک اختر جن کا عقد نکاح گزشتہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۳۹ء کو شریف الدین حسن ساکن قصبہ دروہ کے ساتھ ہوا تھا) کی تقریب رخصتی ۷ر فروری ۱۹۴۰ء کو ادا ہوئی۔ باراتی ۱۱ بجے کاکوری پہونچے اور کھانا کھلانے کے بعد ۳ بجے سہ پہر کو عروس کو رخصت کیا گیا۔ باراتیوں کے ساتھ ارباب وطن اعزہ اور احباب کی بھی دعوت تھی۔

تقریب ختنہ و چھٹی: تحسین علی سلمہ خلف شیخ یٰسین علی مرحوم کی تقریب ختنہ ۳۰ر جنوری ۱۹۴۰ء کو دھوم دھام سے میلاد شریف کے بعد ہوئی تھی اور ۵ر فروری کو تقریب چھٹی مردانے و زنانہ میں اعزہ خاص کی طعام لذیذ سے دعوت بھی کی گئی اور دیگر مراسم بھی ادا ہوئے ہمارے خیال میں ختنہ ایسی سنت کو تقریب کی صورت دینا کچھ مناسب نہیں ہے۔ ایسے دھوم دھڑکے کے انتظار میں سنت کی ادائے گی میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے۔ اس معاملہ میں بیگم قاضی راشد علی خان خاص طور پر قابل ستائش ہیں کہ انھوں نے گزشتہ ماہ میں اپنے پوتے ارشد علی سلمہ کا ختنہ بہت سادگی سے کر دیا البتہ مستحقین کو جوڑے وغیرہ دے دیئے۔

تقریب عقد:- ۸ر فروری ۱۹۴۰ء کو جناب سید ظہورالدین احمد صاحب کی دختر کا عقد نکاح بمقام لکھنؤ محمد ابراہیم قدوائی خلف شیخ محمد علی قدوائی بگوری حال متوطن قصبہ بجنور کے ساتھ ہوا اور سہ پہر کو رخصتی عروس عمل میں آئی۔ دُلہن کانپور جہاں شیخ محمد ابراہیم کے برادر بزرگ ملازم ہیں بیاہ کر گئی تھی اور اُسی دن شام کو لکھنؤ واپس آئی۔ مولوی سید ظہورالدین صاحب کی جانب سے باراتیوں کی طعام لذیذ سے تواضع کی گئی کاکوری سے اعزۂ خاص تقریب میں شرکت کے لیے لکھنؤ گئے تھے۔

یوم تعلیم:- ماسٹر احمد سعید خاں قائمقام ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول کاکوری اطلاع دیتے ہیں کہ حسب ہدایت افسران محکمۂ تعلیمات ۴ر فروری ۱۹۴۰ء کو "یوم تعلیم" منانے کے لیے ایک انتظامی کمیٹی بصدارت جناب قاضی اختشار علیخاں صاحب عباسی بی اے پنشنر اسسٹنٹ کمشنر آبکاری یکم فروری ۱۹۴۰ء کو بنائی گئی تھی اور کمیٹی مذکور نے ۴ر تاریخ کے جلسہ وغیرہ کو کامیاب کرنے کے انتظامات شروع کئے عام پبلک سے چندہ وصول کرنیکا ذمہ بھی کمیٹی نے لیا اور مبلغ عہ وصول ہوئے۔ اور بمنظوری صدر کمیٹی انتظامی مصارف کئے گئے اور ۴ر تاریخ کیلئے کمیٹی مذکور نے پروگرام مرتب کیا۔ ۴ر فروری ۱۹۴۰ء کو حسب پروگرام ۸ بجے صبح طلبائے مڈل اسکول و ہر دو پرائمری اسکول اور اسلامیہ مکتب کا جلوس ترتیب دیا گیا جس میں قصبہ کی پبلک نے بھی کافی تعداد میں شرکت کی اور اکثر معززین قصبہ اور تعلیمی کمیٹی کے ممبران بھی شریک تھے۔ اس جلوس نے ۱۰ بجے تک پورے قصبہ کا گشت کیا۔ جلوس کی واپسی پر ۱۰ بجے سے مڈل اسکول میں مدرسین اور طلبا کا ایک جلسہ ہوا جس میں مدرسین نے تقریریں کیں اور طلبا نے نظمیں پڑھیں اور مکالمے سنائے بعدہٗ زیر صدارت ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول "اشاعت تعلیم" کے لیے ایک کمیٹی مڈل اسکول کے ہر درجہ کے دو دو طلبہ پر مشتمل بنائی گئی۔ ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک جھریں اور جھنڈے فروخت کئے گئے۔ پبلک کے علاوہ کمیٹی انتظامی کی جانب سے جھریں اور جھنڈے خرید کر طلبا کو تقسیم کیے گئے۔ ۲ بجے سے پھر جلوس مرتب ہوا اس وقت جلوس میں قرب وجوار کے مواضعات کے مدارس کے طلبہ نے بھی شرکت کی، جس کی تعداد طلبا اور پبلک ملا کر ایکہزار کے قریب تھی۔ اس شاندار جلوس نے پوسٹروں جھنڈے اور جھنڈیوں کے ساتھ دوبارہ پورے قصبہ کا گشت کیا اور ۴ بجے مڈل اسکول کے میدان میں پہونچکر جلسہ کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ جلسہ گاہ جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا تھا جلسہ کی صدارت تحریک وتائید کے بعد قاضی اختشار علی خان صاحب عباسی بی اے نے کی اور حمد سے جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی۔ حمد کے بعد سکریٹری کمیٹی (ہیڈ ماسٹر) نے محکمۂ توسیع تعلیم کی سالانہ رپورٹ ونیز قصبہ کاکوری کی تعلیم بالغان وریڈنگ روم کی رپورٹ سالانہ بابتہ ۱۹۳۹ء پڑھکر سنائی۔ اُس کے بعد لڑکوں نے ایک مکالمہ بشکل ڈرامہ پیش کیا۔ ماسٹر ممتاز علی ومنشی سعید احمد صاحب علوی تسنیم نے مناسب موقع نظمیں پڑھیں۔ اور بابو چندر بہال سنگھ نے اپنی مختصر تقریر میں تعلیم کی اہمیت کو ذہن نشین کرایا۔ آخر میں جناب صدر نے ممبران کمیٹی انتظامی کی کوششوں اور دلچسپی کا ذکر کرتے ہوئے تعلیم کی تبلیغ و تحریک پر روشنی ڈالی اور بابو چندر بہال سنگھ ودیگر حضرات کی محنت وکاوش کی جو "یوم تعلیم" کو کامیاب بنانے میں لوگوں نے کی تھی شکریہ ادا کیا۔ جلسہ ختم ہونے سے قبل ہیڈ ماسٹر نے صدر وحاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ جلوس وجلسہ ہر اعتبار سے بہت کامیاب رہا۔

صحت وتندرستی:- (۱) والدہ مولوی نظیم الدین حیدر کے پیر میں اس طرف پھر چوٹ لگنے سے زخم ہوگیا تھا اور کئی دن سخت تکلیف رہی۔ اس میں سمی اثرات پائے جاتے تھے۔ مالش اور لگانے کی دواؤں سے فائدہ ہوا اور اب بفضلہ اچھی ہیں۔

(۲) شیخ شاکر علی صاحب عباسی (احاطہ غلام جیلانی) جن کو نمونیہ ہوگیا تھا اور مڈیکل کالج میں زیر علاج تھے معلوم ہوا ہے کہ اب اچھے ہیں اور مڈیکل کالج سے مکان آگئے ہیں۔ نمونیہ کے اثرات اب زائل ہوچکے ہیں۔ صرف کمزوری باقی ہے۔

(۳) شیخ سجاد علی عباسی (احاطہ غلام جیلانی) کو اب آرام ہے اور وہ بھی مڈیکل کالج سے مکان آگئے ہیں۔ مرض رفع ہوچکا ہے البتہ ضعف ونقاہت ابھی کافی ہے۔

(۴) قاضی ولی حیدر خان عباسی کے بواسیری مسوں کے زخم اب

مندمل ہو رہے ہیں اور افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ ضعف میں بھی خفت ہے اور ریاحی تکلیف میں بھی کمی ہے۔

(۵) سید خورشید علی بقا کے مرض میں مسہلوں کے بعد سے تخفیف ہے اور اب اتنا ہوا ہے کہ کچھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ جبکہ ذرا سی جنبش میں بھی اذیت ہوتی تھی۔

علالتیں :- (۱) جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب قلندر گذشتہ ہفتہ میں دس روز لکھنؤ میں قیام کے بعد واپس تشریف لائے اس بار قیام لکھنؤ میں علاج سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں محسوس ہوا۔ پیٹھ کا درد اب بھی باعث اذیت ہے۔ ورم جگر میں بھی کوئی بیّن فرق نہیں معلوم ہوتا۔ بھوک بالکل نہیں معلوم ہوتی۔ غذا بہت قلیل ہو گئی تھوڑی دور چلنے میں پیر کافی متورم ہو جاتے ہیں اور سانس بھی پھول نے لگتی ہے۔

(۲) مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کو اس طرف کئی دن بدہضمی کی تکلیف رہی ڈاکٹر صاحب نے ورم جگر بھی تجویز کیا تھا۔ اصلاح جگر کی دوا سے تنفس کا شدید دورہ ہوا۔ غذا بہت محدود کر دی گئی ہے اور چلنے پھرنے کو بھی ڈاکٹر صاحب نے منع کیا ہے۔ ضعف کافی ہو گیا ہے۔ چہرہ و پیر بھی ورم ہو جاتا تھا۔ اب کئی دن سے شدائد میں کمی محسوس ہونا معلوم ہوا ہے۔

(۳) والدہ محب الرحمٰن علوی کی دماغی شکایات بدستور ہیں گذشتہ عشرہ میں گر پڑنے سے کہنی میں شدید چوٹ آ گئی ہے جس کی وجہ سے تکلیف رہی۔ دواؤں سے زخم مندمل ہو رہا ہے۔

(۴) والدہ مولوی خلیل احمد عباسی کی طبیعت اس طرف کئی دن چاق رہی۔ لیکن سردی کی شدت کی وجہ سے پیشاب زیادہ ہوا جس سے ضعف بھی معلوم ہوا اور قلبی تکلیف کچھ زائد رہی۔

(۵) بیوہ شیخ لطف علی مرحوم کو لیڈی ڈاکٹر ہر چوتھے دن انجکشن دے رہی ہے۔ اسہال میں سکون ہے لیکن کو لہو کی تپک اور غذا معدہ میں پہونچنے کے بعد کی شکایت میں کوئی کمی نہیں بتاتی ہیں۔ ضعف میں بمقابلہ پہلے کے بہت تھوڑی کمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بظاہر جگر کی پوری طور پر اصلاح نہیں ہوئی ہے۔ (۶) معلوم ہوا کہ مولوی رضا الدین مرحوم کی بچی کے پیر پر چائے کا کھولتا ہوا پانی گرنے سے آبلے پڑ گئے تھے اور اسکو بڑی تکلیف تھی اب سُنا گیا ہے کہ زخم پر پپڑی پڑ گئی ہے۔

متفرقات :- (۱) حسب اعلان سابق جناب حافظ شاہ اکرام علی صاحب مرحوم کا فاتحہ چہلم ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۶۲ھ (۲۸ فروری ۴۳ء) بروز یکشنبہ بعد نماز مغرب تکیہ شریف پر ہوا۔ بیشتر مریدین و معتقدین نے شرکت کی۔ حاضرین کو حسب دستور پلاؤ کا تبرک تقسیم ہوا اور قصبہ میں گھر گھر کھانے بھی بھیجے گئے۔ دوسرے دن صبح کو محفل سماع بھی منعقد ہوئی تھی۔

(۲) مسٹر اظہار علی عباسی (قاضی گڑھی) عرصہ کے بعد کلکتہ سے مع اپنی بیگم و خالہ صاحبہ و ہمشیرہ کے وطن آئے تھے۔ دس روز قیام کے بعد تنہا واپس گئے۔ انکی بیوی بچے ابھی رہینگے۔ (۳) یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ منشی حسن وہاج (جلول تلہ) ڈیری اکسپرٹ (جو ابھی حال میں بنگلور سے ڈپلومہ لیکر آئے تھے) کا تقرر گورکھپور زرعی اسکول میں بحیثیت لکچرار عمل میں آیا ہے۔ (۴) مولوی سید ظہور الدین احمد صاحب مع اپنے اہل و عیال کے حیدر آباد سے اپنی دختر کے عقد کے سلسلہ میں کئی ماہ حیدر آباد میں قیام کے بعد لکھنؤ آ گئے ہیں۔ (۵) معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ۱۸ جنوری کو ورناکلر فائنل مڈل اسکول میں ٹورنامنٹ تھا۔ کاکوری کے حلقہ کے تمام دیہاتی اسکولوں کے طلبہ اپنے اپنے مدرسہ کے ماسٹروں کے ہمراہ ٹورنامنٹ میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ مختلف کھیلوں۔ ورزشوں اور ڈرل وغیرہ کے مظاہرے ہوئے (افسوس ہے کہ ہمکو مفصل رپورٹ نہ دستیاب ہوئی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ کس کھیل میں کون اسکول کامیاب ہوا)

یاد دہانی :- جن معاونین کا چندہ بابتہ سال رواں اس وقت تک باوجود یاد دہانی کے وصول نہیں ہوا ہے وہ براہ عنایت فوراً توجہ فرما کر بواپسی ڈاک بذریعہ منی آرڈر چندہ روانہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ کاغذ وغیرہ کی گرانی کے باعث اخبار کی اعانت کی ضرورت ہے نہ کہ چندہ کی ادائی میں بھی اس قدر تاخیر کی جائے۔ منیجر کاکوری اخبار۔

معذرت

اڈیٹر کی قومی کاموں میں مصروفیت کے باعث اسبار اخبار دو دن کی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام معذوری کا لحاظ کر کے ہمیں معاف فرمائیں گے۔

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین پرنٹر طبع ہو کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال دلی) کاکوری سے سید محمد مشیر الدین نے شائع کیا